

## تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : اسلامی تاریخ کے دل چسپ اور ایمان آفریں واقعات

مصنف : ابو مسعود عبد الجبار

ناشر : الہادی للنشر و التوزیع، ۳۸۔ غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور

اشاعت : ۲۰۰۹ء

قیمت : ؟؟

صفحات : ۳۸۴

تبصرہ نگار : حافظ مبشر حسین ☆

زیر نظر کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اسلامی تاریخ کے بعض اہم اور دلچسپ واقعات کا انتخاب ہے۔ ان واقعات سے مصنف کا مقصود نئی نسل کو اپنے اسلاف کے بلند پایہ کارناموں سے روشناس کرانا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دلانا ہے، مصنف کے بقول: اس امت پر ظلم یہ ہوا کہ متعصب مورخین نے آتش حسد میں جل بھن کر اس کی قابل فخر ہستیوں پر بے سرو پا بہتانات لگائے اور ستاروں سے بڑھ کر ان کے روشن کارناموں اور پہاڑوں جیسی نیکیوں کو اپنی نسلی عداوت اور اندھی عصبیت کی بھیٹ چڑھا دیا..... ان کی اندھی عصبیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی نئی نسل اپنے بے مثال اسلاف کرام سے بدظن ہو گئی اور ان کی روشن تاریخ کو اپنے ہی منہ سے سیاہ قرار دینے لگی۔..... چنانچہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اسلاف کرام کی شجاعت و بسالت، رأفت و رحمت، فہم و فراست، جود و سخا، بدل [کذا] صحیح: بذل] و عطا، عفو و حلم، حق گوئی و بیباکی، ہمدردی و عزمگساری کے بے نظیر واقعات کو ایسے دل کش ادبی اسلوب میں بیان کیا ہے کہ آپ انہیں اطمینان سے پڑھے بغیر سونا پسند نہ کریں گے اور مان لیں گے کہ ان کے اندر یہی وہ خوبیاں موجود تھیں جنہیں سن کر قیصر روم اور اس کا فوجی دربار جھوم اٹھا تھا اور مان گیا تھا کہ یقیناً ان کی فتوحات کا سبب ان کی یہی خوبیاں ہیں۔ (کتاب مذکور، ص ۹۸)۔

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ ریفرنس، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

مصنف نے واقعات کے انتخاب میں کسی ایک ہی پہلو کو زیادہ نمایاں کرنے کی بجائے گونا گوں پہلوؤں کو مد نظر رکھا ہے، چنانچہ بعض واقعات میں اسلاف کی شجاعت، دلیری، جذبہ جہاد اور شوق شہادت پڑھنے کو ملتا ہے مثلاً:

۱۔ مؤمنہ خاتون کی استقامت (ص ۱۰۰)

۲۔ نوخیز مجاہد اسلام کا شوق شہادت (ص ۱۰۶)

۳۔ شیردل خاتون کی آرزوئے شہادت (ص ۱۱۸)

۴۔ گنام مجاہد اسلام کا اخلاص (ص ۱۲۲)

۵۔ شہید کی بیوی کا اعزاز (ص ۱۲۶)

۶۔ رحم دل فاتحین (ص ۱۳۹)

۷۔ افضل جہاد (ص ۱۶۶)

کہیں علم کی اہمیت اور اس کی ترغیب پڑھنے کو ملتی ہے مثلاً:

۱۔ قابل رشک شوق علم (ص ۵۴)

۲۔ علم ربانی کی بے نیازی (ص ۱۵۹)

۳۔ علم کے حقیقی فوائد (ص ۲۰۰)

۴۔ علم و فضل کی تکریم (ص ۳۲۰)

۵۔ احترام علماء کے ثمرات (ص ۳۲۶)

۶۔ ہونہار محدث (ص ۳۱۴)

۷۔ بے مثال فقہت (ص ۳۵۳)۔

بعض واقعات ہمارے اسلاف کے حلم و بردباری کی یادیں تازہ کرتے ہیں (ص ۲۱۹، ص ۳۳۱) تو بعض ایثار اور قربانی کا سبق دیتے ہیں (ص ۳۳۵-۳۳۹)۔ کہیں ہمارے اسلاف کے ہاں پائے جانے والے عدل و انصاف کا تذکرہ ہے (دیکھیے: ص ۲۱۵) تو کہیں امانت و دیانت کا بیان (ص ۴۸)۔ کہیں رزق حلال کا سبق پڑھنے کو ملتا ہے (ص ۲۹۷) اور کہیں حج و عمرے (ص ۳۰۴) اور شب بیداری

کا (ص ۳۵۶)۔

ہم اپنے اسلاف کی شاندار تاریخ پر جتنا فخر کریں کم ہے لیکن صرف فخر کرنا اور ان واقعات کو اس طرح بیان کرنا کہ پدرم سلطان بود کوئی معنی نہیں رکھتا جب تک کہ ہم خود اپنے آپ کو ان جیسا بنانے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا خوگر نہ بنائیں۔ افسوس آج ہم مسلمانوں کی مجموعی حالت اخلاقی گراؤ کی بدترین سطح کو چھو رہی ہے کاش ایسے واقعات پر مشتمل کتابیں اپنے قارئین میں مثبت تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکیں اور مسلمان پھر سے اپنی عظمت رفتہ کی مثال قائم کر سکیں۔

اصلاح کا عمل اگر اپنی ذات سے شروع ہو تو اس کی تاثیر بھی نظر آتی ہے۔ اس سلسلہ میں بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم ابھی بہت پیچھے ہیں۔ کتاب کے مصنف نے اگرچہ اچھی کاوش کی ہے لیکن انہوں نے یہ بتانا گوارا نہیں کیا کہ ان کا کام بنیادی طور پر ترجمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس کتاب میں ۵۴ واقعات کا انتخاب پیش کیا گیا ہے جن کا بڑا حصہ شیخ علی ططاوی کی کتاب ”قصص من التاریخ“ سے ماخوذ ہے۔ اس لحاظ سے یہ اس کتاب کا اردو ترجمہ بلکہ یوں کہیے کہ آزاد اردو ترجمانی ہے لیکن ’مصنف‘ نے علی ططاوی کی کتاب کی ترتیب کو بالکل بدل دیا ہے۔ جو واقعات شروع میں تھے انہیں آخر میں کر دیا ہے [مثلاً ایک قصہ بعنوان: ”گوہر نایاب کی بازیابی“ جسے ص ۲۴۳ تا ۲۵۱ پر جگہ دی گئی ہے جبکہ ”قصص من التاریخ“ کا یہ پہلا واقعہ ہے ”ودیعة اللہ“ کے عنوان سے۔ (دیکھیے: ”قصص من التاریخ“ ص ۲۱)۔

اور جو واقعات کتاب کے آخر میں ہیں ان میں سے بعض کو شروع میں کر دیا ہے۔ مثلاً ”قضیة سمرقند“ جو ”قصص من التاریخ“ میں ص ۱۸۷ پر ہے اسے ”جہالت کی تاریکیوں سے نور اسلام تک“ کے عنوان سے ’اردو مصنف‘ نے شروع میں کر دیا ہے (ص ۱۹)۔ اسی طرح ”قصص من التاریخ“ میں دیے گئے عنوانات کا ترجمہ تو تقریباً ہر جگہ سراسر بدل دیا گیا ہے اور بعض جگہ پر اردو ’مصنف‘ نے خود اپنی طرف سے واقعات کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس سے غالباً یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ یہ علی ططاوی کی کتاب نہیں ہے بلکہ اردو مصنف کی اپنی تخلیقی کاوش ہے۔ حالانکہ اردو مصنف کتاب کے آغاز میں اگر یہ واضح کر دیتے کہ ان کا بنیادی ماخذ علی ططاوی کی کتاب ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ البتہ بعض جگہ انہوں نے یہ رعایت برتی ہے کہ واقعہ کے عنوان پر حوالہ نمبر لگا دیا ہے اور حاشیہ میں اس حوالے کے ضمن میں یہ عبارت لکھ دی ہے: ”اس قصے کا اصل قصص من التاریخ میں موجود ہے“۔ (ص ۲۵۱۔ ص ۹۹ وغیرہ)۔

لیکن بعض جگہ انہوں نے ”قصص من التاريخ“ کا ذکر کیے بغیر اس کے دیے گئے مأخذ کا ان کی طرف رجوع کی زحمت گوارا کیے بغیر حوالہ دے دیا ہے (مثلاً دیکھیے: ص ۵۳) چنانچہ حقائق سے چشم پوشی کرنے کے نتیجہ میں جو غلطیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے اردو ’مصنف‘ بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ ”قصص من التاريخ“ سے ایک واقعہ درج کرنے کے بعد اس کے آخر میں اردو ’مصنف‘ نے اس کا مأخذ یوں بیان کیا ہے:

”مأخذ [هكذا] مخطوطة المكتبة العربية دمشق مروية عن الطبری بالسند المتصل.“  
(ص ۴۷)

جبکہ ”قصص من التاريخ“ کے مصنف نے اس کے مأخذ کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:  
وجدت هذه القصة مخطوطة في مجموع من مجموعات المكتبة العربية في دمشق  
مروية عن الطبری بالسند المتصل. (ص ۹۰)

کتاب میں درج بعض واقعات میں ادبی چاشنی کے لیے کی گئی رنگ آمیزی نے اسے لیلیٰ مجنوں کی داستان کے مشابہ بنا دیا ہے۔ یہ صورتحال ”قصص من التاريخ“ میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے جبکہ اردو ’مصنف‘ نے اس کی رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ اس سلسلہ میں ”قصص من التاريخ“ میں درج واقعہ ”وديعتہ اللہ“ (ص ۲۱) اور کتاب ہذا میں اس کا اردو ترجمہ (ص ۲۴۳) بطور مثال ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں لوٹڈیوں کو جنت کی حوروں سے تشبیہ دینے اور پھر ان کے حسن کو پوری گہرائی و گیرائی سے بیان کرنے میں ’مخت شاقہ‘ سے کام لیا گیا ہے کچھ دیر کے لیے قاری یہ بھول جاتا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں کا حسین مرقع پڑھ رہا ہے یا کوئی داستانِ عشق!

بعض ایسے واقعات بھی کتاب میں در آئے ہیں جن کی صحت و استناد پر دل مطمئن نہیں ہوتا؛ مثلاً ”شہید کی بیوہ کا اعزاز“ کے عنوان سے ایک ایسا واقعہ درج کیا گیا ہے جس میں ایک شہید کی جوان بیوہ کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک خواب کی بنیاد پر زندگی بھر کے لیے تمام انسانی خواہشات و احتیاجات سے آزاد ہو گئی حتیٰ کہ سالہا سال تک اس نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور اس کی یہ ماورائی کیفیت یا طاقت مرتے دم تک قائم رہی (دیکھیے: ص ۱۲۶ تا ۱۳۱)۔

اسی طرح کا ایک قابل اعتراض نمونہ ص ۲۶۹، ۲۷۰ پر بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جہاں خیر القرون کے مسلمانوں کی دینی حمیت و غیرت کا جنازہ یہ کہہ کر نکالا گیا ہے کہ ایک مرد کسی غیر محرم کے لیے اپنی بیوی سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ”[جا اور] اپنے سینے کے سہارے بیٹھا کر اپنے ہاتھ سے [اسے]

کھانا کھلا شاید کہ اسی طرح ہی اس کی صحت بحال ہو جائے۔ خیراء [عورت] نے یہ مطالبہ پورا کرنے سے جواب دے دیا لیکن مجاشع [نے] بطور شوہر ہونے کے بھی اس بات پر اصرار کیا تو وہ مان گئی اور اسے کھانا کھلا کر واپس آ گئی۔

عربی مصنف نے تو اس طرح کے واقعات سے بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کتاب کے مقدمہ میں اتنا لکھنا کافی سمجھا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں ہر طرح کی روایات سے استفادہ کیا ہے، جن میں صحیح و حسن درجہ کی روایات کے ساتھ ساتھ ضعیف، شاذ اور منکر روایات بھی شامل ہیں۔ (”قصص من التاريخ“ ص ۱۳)۔ اگر اردو مصنف نے اس بات کو پڑھا تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ کم از کم ایسے کمزور واقعات کو اپنی کتاب کی زینت نہ بناتے۔ تاہم اب بھی تبصرہ نگار ان سے یہ گزارش کرنا چاہے گا کہ وہ اس نوعیت کی قابل اعتراض چیزوں کا ازسر نو جائزہ لیتے ہوئے آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کا بندوبست کریں، تاکہ عامۃ الناس کو ایسے صحیح اور مستند واقعات پڑھنے کو ملیں جو ان کی اخلاقی تربیت میں مدد و معاون ہوں۔

.....☆.....